تجوید کی اہمیت......اکابر کی نظر میں

قاری محمد تقی الاسلام دہلوی

حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی کے زمانہ میں ہندوستان سے ہجرت کر کے مکہ مکرمہ تشریف لے گئے، وہاں دیکھا کہ عربوں کی نظر میں ہندوستانی علماء کی کوئی وقعت نہیں، انھیں گری نظر سے دیکھتے ہیں، جس کی وجہ یہ تھی کہ ہندی علماء قرآن کریم غلط پڑھتے ہیں اور مدارسِ عربیہ میں تجوید کا کوئی اہتمام نہیں، جب کہ تجوید کی فرضیت قرآن وحدیث اور اجماع امت سے ثابت ہے اور کسی نے اس کا انکار نہیں کیا، مگر شعبۂ کتب کے طلباء تجوید کو فضول سمجھتے ہیں، بعض بڑے اساتذہ بھی کہتے ہیں: ''علم سیکھو، تجوید میں کیا رکھا ہے؟'' اور وعظوں میں کچھ اور ہی رنگ ہوتا ہے۔

مدرسہ صولتیہ مکہ مکرمہ کا آغاز:......حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ نے پہلا کام یہ کیا کہ حرمِ مکی میں مدرسہ قائم کیا اور ہندوستانی بچوں کو جمع کر کے پڑھانا شروع کیا۔ اسی زمانہ میں قاری عبدالقادر مدراسی، فاضل جامعہ ازہر مصر سے فراغت کے بعد مکہ مکرمہ تشریف لائے، یہ علم وفن کے باکمال قاری تھے، حضرت مہتمم صاحب نے انھیں اپنے ہاں مدرس رکھ لیا۔

مدرسہ صولتیہ کی تعمیر:......حضرت مہتمم صاحب کی ترغیب پر بنگال کی ایک خاتون ''صولت النساء'' نے اپنا سارا سرمایہ اسی مدرسے کی تعمیر پر لگا دیا، ''مدرسہ صولتیہ'' اسی کے نام پر ہے۔ ''قاری عبدالقادری مدراسی'' کی ہر وقت کی محنت اور لگن نے مدرسہ کو چار چاند لگا دیئے، خلوص وللّٰہیت کے جذبے نے بچوں کا تلفظ اور لہجہ ایسا قابل تعریف بنا دیا کہ عرب بھی شوق سے سنتے۔ حضرت مہتمم صاحب کی فکرِ سلیم نے حقارت ونفرت والے ماحول کو الفت ومودت سے بدل دیا، جب مدرسہ کے جلسے میں ہندوستانی بچے تلاوت کر رہے تھے تو عرب بھی جھوم رہے تھے۔

قاری عبداللہ مکیؒ کی آمد:......انقلابِ دہلی کے بعد آپؒ کے تایا جان خاندان کے چھوٹے بڑے سترہ افراد کو لے کر مکہ مکرمہ پہنچے، مدرسہ کے متصل رباطِ برما میں پورے خاندان کو سکونت کی اجازت مل گئی۔ اس وقت آپؒ کی عمر چار پانچ

سال تھی۔ قاری صاحبؒ کے تایا جان کا تین سال بعد انتقال ہوگیا۔ آپؒ کے والد محمد بشیر خان مرحوم اور حضرت مہتمم صاحب کا خوب جوڑ ملا۔ آپ کے والد صاحب جلد سازی کے بہترین کاریگر تھے، مہتمم صاحب کی کوشش سے کام کرنے کی قانونی اجازت مل گئی، کام خوب چمکا۔ آپ نے تینوں بچے (قاری عبداللہ، قاری عبدالرحمٰن (مؤلف فوائد مکیہ) اور قاری حبیب الرحمٰن) مہتمم صاحب کے حوالے کردیئے۔ آپ نے ان کا پورا پورا خیال رکھا اور اعلیٰ درجہ کی کامیابی سے آراستہ کیا۔ "قاری عبدالقادر مدراسی" نے بھی شوق ومحنت سے پڑھایا اور کوئی لہجہ نہیں چھوڑا جو قاری عبداللہ صاحبؒ کو نہ سکھایا ہو، آپؒ کو امام الفن بنادیا۔ آج کے دور میں شروع ہی سے لہجوں کی لگن لگ جاتی ہے، جس سے فن کا جنازہ نکل گیا۔ اب تو بعض علمی مراکز میں درسِ نظامی کے ساتھ ساتھ شاطبیہ تو پڑھا رہے ہیں، مگر مشق وحدر کی کوئی فکر نہیں، جس کی وجہ سے تجوید کے زمانہ میں جو تلفظ بنتا ہے وہ ضائع ہوجاتا ہے، پڑھنے والوں کو اس کا احساس نہیں ہوتا، وہ خود کو عشرہ کا قاری سمجھتے ہیں۔ اناللہ وانا الیہ راجعون.

آغازِ تدریس:......حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کو فراغت تعلیم کے بعد استاذ محترم کی سفارش پر حضرت مہتمم صاحب نے شعبۂ قرآن میں معین مدرس رکھا، آپ نے بچوں پر خوب محنت کی، آپؒ بھی استاذ کی طرح انتھک محنت کرتے تھے۔ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کی مدرسہ سے محبت کا یہ حال تھا کہ آپؒ دنیا کی بڑی بڑی دعوتوں پر بھی کہیں پڑھانے نہیں گئے اور ابتدا سے لے کر آخر عمر تک یہیں پڑھایا اور منصب صدارت پر تجوید وقراءت کی چالیس سال خدمت کی اور امام الفن حضرت قاری عبدالمالک ان کے برادر کبیر حضرت قاری عبدالخالقؒ، استاذ الاساتذہ حضرت قاری عبدالرحمٰنؒ (مؤلف فوائد مکیہ) اور حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ جیسے علم وفن کے جامع لاتعداد اساتذہ تیار کیے۔ آپؒ جنت المعلیٰ (مکہ مکرمہ) میں خوابِ استراحت ہیں۔ اللّٰھم اغفرلھم وارحمھم.

لمحہ فکریہ:......اگر انتظامیہ کے نزدیک اس علم وفن کی اہمیت اور مدرّس کی جفاکشی کی قدر ہو تو مدرّس ہر صعوبت کو برداشت کرتا ہے اور اپنے لگائے ہوئے باغ کو اجاڑتا نہیں، خلاء اسی وقت ہوتا ہے جب مدرس بے بس ہوجائے اور جو مدرس اس مقدس کام کو ذریعۂ معاش سمجھتے ہیں وہ ہمارے موضوع سے خارج ہیں۔

شیخ القراء ابراہیم سعد مصریؒ:......آپ مکہ مکرمہ آئے تو مہتمم صاحب نے آپ کی خدمات حاصل کرلیں۔ آپ صاحب فضل وکمال اور علم وفن کے جامع تھے۔ آپؒ کے اور شیخ محمد المتولی (مؤلف: الوجوہ المسفر ۃ) کے درمیان "حسن بدیر" کا ایک واسطہ ہے

شیخ علی الضباع مصریؒ:......آپ اپنے وقت کے شیخ القراء تھے۔ آپؒ کے اور شیخ محمد المتولی کے درمیان بھی ایک ہی واسطہ ہے۔ بندہ نے ۱۹۶۵ء میں پہلا سفر حج ایران اور عراق کے راستہ سے کیا، واپسی پر عراق کے صحراء میں قہوہ خانہ (ہوٹل) تھا، گاڑی ٹھہری، ریڈیو مصر سے تلاوت آرہی تھی، ایسی تلاوت کبھی نہیں سنی تھی، تجوید کا انتہائی بلند معیار، غضب

کی لطافت، لہجوں کی پختگی اور آواز کی گرفت نے حیرت زدہ کر دیا، یہ تلاوت شیخ علی الضباغ کی تھی۔ اس سے شیخ ابراہیم سعدؒ کی فنی پرواز کا اندازہ ہوا، کیوں کہ دونوں ہم عصر تھے۔ خواب میں حضرت علی المرتضیٰؓ کی اذان سننے کا شرف نصیب ہوا، یہ اذان لطافت ونفاست میں شیخ علی الضباغ کی تلاوت سے بھی بہت آگے تھی، اسی جادو نے حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کو منصب صدارت پر فائز ہوتے ہوئے بھی شیخ ابراہیم سعدؒ سے پڑھنے پر مجبور کیا۔ اس زمانے میں عزت وجاہ وغیرہ کوئی چیز نہ تھی، آپؒ اپنے شاگردوں کے سامنے شیخ ابراہیمؒ سے مشق کرتے حتیٰ کہ قرآت کی بھی تجوید کی۔

حضرت قاری محمد شریفؒ:...... آپ مدرسہ تجوید القرآن کے شعبۂ تجوید وقراءت کے صدر مدرس تھے، اس زمانہ میں مدرسہ کا معیارِ تعلیم قابل فخر تھا، نیز حضرت قاری صاحب مدرسہ عالیہ فرقانیہ لکھنؤ سے طیبہ کے طریق سے قراءت عشرہ کی سند فراغت لا چکے تھے، لیکن جب امام الفن حضرت قاری عبدالمالکؒ لاہو تشریف لائے تو حضرتؒ سے آپ نے قراءت سبعہ کی تجدید کی اور سند فراغت حاصل کی اور کسب فیض کا سلسلہ پانچ سال تک جاری رکھا۔ اس فن کی لطافت ونفاست کی کوئی حد نہیں۔ حضرتؒ کے ہاں جانا آنا آسان نہ تھا۔ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کا یومیہ معمول تھا کہ تدریس کے علاوہ ایک گھنٹہ تنہائی میں پوری توجہ سے مشق کرتے، فرماتے: ''اس کے بغیر حروف کی گرفت باقی نہیں رہتی''۔ آج کے دور میں یہ بے انوکھی بات۔

اہم اصول:...... حضرت قاری عبداللہؒ نے اپنے ہونہار شاگرد مولانا اشرف علی تھانویؒ سے فرمایا: ''لہجے کی بالکل فکر نہ کریں، پوری توجہ حروف کی صحت کی طرف ہو اور اس پر محنت ہو، پھر جو ہی لہجہ بنے، مستحسن ہی ہوگا''۔

ارتقائی راز:...... حضرت قاری عبدالمالکؒ راوی ہیں کہ جمعرات کی رات کو مقابلہ حسنِ قراءۃ ہوتا، سب خوب سے خوب تر پڑھتے، آخر میں حضرت شیخ تبصرہ فرماتے، آئندہ مزید بہتری کی کوشش کرتے، یہ ہیں ارتقائی راز۔

ایک محفل کا واقعہ:...... حضرت قاری عبدالمالکؒ تلاوت کر رہے تھے، محفل گرم تھی، حضرت قاری عبداللہ مکیؒ تشریف لائے اور باہر ہی بیٹھ گئے، تلاوت کے سرور میں جھومنے لگے، لیکن جب ملاقات ہوئی تو فرمایا: یہ کیا کیا؟ یہ کیا کیا؟ وغیرہ، یہی روک ٹوک ترقی کے راز ہیں، اب تو بڑے رہے نہیں، کون روک ٹوک کرے؟ **یا اسفیٰ ویا حسرتیٰ**۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کو اس بات کا بہت صدمہ تھا کہ حجاز مقدس میں عرب، ہندوستانی علماء کو حقارت ونفرت کی نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے، کیوں کہ انھیں قرآن پڑھنا نہیں آتا۔ حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ کی فکر سلیم اور حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کی محنت ولگن نے ہندوستانیوں کے سروں پر عزت ووقار کا تاج رکھ دیا۔ **فللہ الحمد والمنۃ**۔

حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ نے حضرت تھانویؒ کو ۱۶ رجب ۱۳۱۰ھ کو خط لکھا کہ ہندوستانی علماء کو قرآن پڑھنا نہیں آتا، جس کی وجہ سے عرب حقارت ونفرت سے دیکھتے ہیں اور ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ حضرت مولانا رحمت اللہ

کیرانویؒ نے مدرسہ صولتیہ کے ابتدائی دور ہی میں تجوید کا اہتمام کیا، کیوں کہ علمِ تجوید کا رواج بہت کم ہو گیا ہے اور ہندوستان میں تو بہت ہی کم ہے، اب بفضل اللہ "قاری عبدالقادر مدراسی" کی انتھک محنت سے حقارت ونفرت کے بادل چھٹنے شروع ہو گئے ہیں۔ مدرسہ کے جلسہ میں ہندوستانی بچوں نے تلاوتیں کیں تو عرب بھی جھوم رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہندوستانی قراء جنھوں نے "مدرسہ صولتیہ" اوراس کی شاخوں سے تجوید وقراءت کی تکمیل کی اور دیگر علوم پڑھے اور کامل قاری بن کر نکلے، حرمین شریفین کے مدارس میں مدرس ہیں اور تعلیم یافتہ عرب اساتذہ تک کو تجوید پڑھا رہے ہیں اور کتنی خوشی کی بات ہے کہ "شیخ عبداللہ خیاطؒ اسی "مدرسہ صولتیہ" کے فضلاء میں سے ہیں، عالم اور قاری تھے، آخر عمر تک حرم مکی کے خطیب رہے۔

یہ تو راقم تقی نے بھی دیکھا کہ ان کا خطبہ حالاتِ حاضرہ پر روشنی ڈالتا اور امت مسلمہ کی رہنمائی کرتا، کبھی انھوں نے کچی بات نہیں کی، انھی کے دور میں شیخ محمد السبیل امام مقرر ہوئے، مگر خطبہ شیخ خیاطؒ ہی دیتے تھے، یہ مدرسہ صولتیہ کے لیے کتنے بڑے اعزاز کی بات ہے۔ اسی مدرسہ کے قاری مختلف جگہوں پر قاضی تھے۔ اس مدرسہ کا امتیازی نشان تجوید وقراءۃ ہے اور دوسرے علوم ثانوی درجہ میں تو تھے، مگر لزوم کے درجے میں حضرت قاری عبداللہ مکیؒ نے "مدرسہ صولتیہ" کو مرکز القراء بنادیا تھا۔ فللّٰہ الحمد۔ حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کو حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کے لگائے ہوئے باغ، یعنی تجوید وقراءۃ کے طلباء کی تلاوتوں نے اتنا متاثر کیا کہ آپ "فنِ تجوید کے لیے ٹھہر گئے، چنانچہ آپؒ نے پڑھنے میں ایسا کمال حاصل کیا کہ جب مدرسہ کی بالائی منزل میں مشق کرتے تو کوئی اندازہ نہیں لگا سکتا تھا کہ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ پڑھ رہے ہیں یا حضرت تھانویؒ۔ آپؒ نے تجوید ہی پر بس نہیں کی، بلکہ قراءت سبعہ کی بھی تکمیل کی اور مبتدی طلباء کے لیے پاؤ پارہ میں قراءت سبعہ کا اجرا لکھا، جس کا نام "تنشیط الطبع" ہے۔ حضرت تھانویؒ نے مدارس عربیہ کے نصاب تعلیم سے متعلق تقریر کی، جس میں آپؒ نے شکایت کی کہ مدارس عربیہ میں تجوید وقراءت کا کوئی اہتمام نہیں ہے، جس کی وجہ سے عالم تو بن جاتے ہیں، مگر تجوید قرآن پڑھنا نہیں آتا۔ حضرتؒ کی اس تقریر کا یہ اثر ہوا کہ دارالعلوم دیوبند میں ۱۳۲۱ھ میں شعبۂ تجوید کا اجراء ہوا اور مظاہر العلوم میں بھی یہ شعبہ قائم ہوا۔ بحمداللہ الکریم۔

دکھی دل کی بات:......راقم تقی نے اپنے ۵۷ سالہ دورِ تدریس میں دیکھا کہ شعبۂ کتب کے طلباء، بلکہ بعض بڑے اساتذہ تک بڑی حقارت ونفرت سے تجوید وقراءت کا استہزاء کرتے ہیں، الا من رحم اللہ، یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس جیسا بیکار اور فضول اور کوئی علم نہیں۔ الامان والحفیظ اگر مہتمم حضرات اور اساتذہ کرام طلباء کی ذہن سازی کریں اور نظامِ تعلیم میں تجوید کو باوقار مقام دیں تو اس کا رواج ہو سکتا ہے۔

تجوید کی اہمیت:......قاری محبوب علی لکھنوی نے فرمایا کہ نبی کریم ﷺ نے حضرت قاری عبدالرحمٰن (مؤلف فوائد مکیہ) کو حکم دیا کہ ہندوستان جا کر کام کرو، آپؒ مکہ مکرمہ سے تشریف لائے اور تا زندگی ہندوستان میں کام کیا۔

دوسرا واقعہ:......حضرت مربی قاری فضل کریم صاحب (بانی وصدر مدرس مدرسہ تجوید القرآن، لاہور) کو نبی کریم ﷺ نے کچھ فرمایا، جس کا مفہوم تھا کہ: ''ہزارہ'' کی طرف توجہ کرو۔ آپؒ نے حضرت سیٹھ محمد یوسف صاحب کو بلایا، انھوں نے بھی یہی مفہوم لیا۔ یہ اپریل ۱۹۵۵ء کی بات ہے، یہ حضرات اسی دن کچھ طلباء اور کچھ مدرسین کو لے کر ایبٹ آباد کے لیے روانہ ہوئے۔ ان حضرات کی فکر اور لگن سے لاتعداد بڑے بڑے مدرسین تیار ہوئے، جو پورے سعودیہ اور دیگر ملکوں میں قرآن کی قابل قدر خدمت کر رہے ہیں، اگر شریعت میں تجوید کی اہمیت نہ ہوتی تو نبی کریم ﷺ ان حضرات کو متوجہ نہ فرماتے۔

حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کا اندازِ تلاوت:......آپؒ کا اندازِ تلاوت خاص قسم کا تھا، جس میں ترعید، یعنی آواز کو نچانا اور تغنی یعنی بلاوجہ غنات کرنا اور تصنع، یعنی پڑھنے میں تکلف کرنا وغیرہ، یہ بیماریاں نہیں تھیں اور عربی لہجوں کا ان چیزوں سے کوئی تعلق نہیں، ان کی اپنی شان ہے۔ حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کے دوست کی ''جدہ'' میں دکان تھی، جب کبھی تشریف لے جاتے تو دوست کے اصرار پر تلاوت کرتے، ایک مرتبہ اسی دکان پر تلاوت کر رہے تھے، تلاوت کیا تھی، جادو تھا کہ سننے والوں کا ہجوم تھا، ان میں ہندو بھی تھے، تلاوت ختم ہوئی تو ایک ہندو مجمع کو چیرتا ہوا آگے بڑھا اور قاری صاحبؒ سے کہا: ''مجھے مسلمان کیجیے، وہ تلاوت کی برکت سے مسلمان ہوا اور ابدی عذاب سے بچ گیا۔'' فللّٰہ الحمد۔

حضرت قاری عبداللہ مکیؒ باب العمرۃ میں نماز تراویح پڑھاتے تھے، شائقین کا ہجوم ہوتا تھا۔ آپؒ کے پیچھے مکہ مکرمہ کے علماء کرام، مدارس کے اساتذہ کرام، قاری صاحبان اور سرکاری عہدہ داران، حتی کہ شریف مکہ، یعنی گورنر تک تراویح پڑھتے تھے۔ تجوید وہ جادو ہے جو سر چڑھ کر بولے۔

ایک وہ وقت تھا کہ قرآن غلط پڑھنے کی وجہ سے علماء ہند حقارت ونفرت کی نظر سے دیکھے جاتے تھے، جب قاری عبداللہ مکیؒ نے فن تجوید وقراءت میں امامت کا رتبہ پایا اور دن رات محنت کر کے ماحول بنایا تو مکہ مکرمہ کے شرفاء اور شائقین آپؒ ہی کے پیچھے تراویح پڑھتے، یہ شرف وکمال حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ اور حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی فکر سلیم اور حضرت قاری عبداللہ مکیؒ کی شبانہ روز محنت اور دعاؤں کا غیر فانی نتیجہ ہے۔ رب کریم ان سب حضرات کو اپنا قرب اور جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام نصیب فرمائے۔ آمین یارب الکریم

بندہ راقم تقی نے اپنی شرعی ذمے داری کی بنا پر یہ چند الفاظ قلم بند کیے ہیں، اللہ کرے مدارس عربیہ میں تجوید وقراءت کا رواج ہوجائے۔ آمین

☆......☆......☆